مولانا صلاح الدین احمد

ولادت: ۱۹۰۲ء

وفات: ۱۹۶۴ء

مولانا صلاح الدین احمد لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی احمد بخش تھا۔ اُنھوں نے پنجاب نیشنل کالج لاہور سے بی۔ اے کیا۔ وہ ابتدا سے ہی اُردو زبان و ادب کے شیدائی تھے۔ اُنھوں نے طالب علمی کے زمانے سے ہی ایک رسالہ ''خیالستان'' کے نام سے جاری کیا۔ ۱۹۳۴ سے اُنھوں نے ''ادبی دُنیا'' کی اِدارت سنبھالی اور آخری دم تک اَسے مرتّب اور شائع کرتے رہے۔ اُن کا ایک اہم کارنامہ ''اکادمی پنجاب'' کا قیام ہے۔ اس انجمن کے تحت اُنھوں نے اُردو کی قدیم اور نادر کتابوں کو از سرِ نو شائع کیا۔ وہ '' اُردو پڑھو، اُردو بولو'' تحریک کے سرخیل تھے، جس کی وجہ سے اُنھیں ''پنجاب کا بابائے اُردو'' بھی کہا جاتا ہے۔

وہ ایک اعلیٰ درجے کے مقالہ نگار تھے۔ اُنھوں نے ادبی اور قومی موضوعات پر سینکڑوں مقالے لکھے ہیں۔ وہ صحتِ زبان اور آرائشِ زبان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ بہت سے ادیبوں نے ادب وتنقید کا فن اُن کے زیرِ نگرانی سیکھا۔ رسالہ ''ادبی دُنیا'' نے بہت سے نوجوان ادیبوں اور شاعروں کی رہنمائی کی۔

تصانیف: تصوّراتِ اقبالؒ، افسانوی ادب، محمد حسین آزاد وغیرہ

پھر وطنیّت کی طرف

پاکستان کے قیام سے پہلے اسلامیانِ ہند کے دل جس جذبے سے سرشار تھے، وہ وحدتِ ملّت کا جذبہ تھا اور اگرچہ اس جذبے نے ہمارے فکر و شعور سے وطنیت کو یکسر مٹا دیا لیکن یہی جذبہ بالآخر ہمارے قومی وطن کے قیام کا باعث بنا۔ تاریخ کا یہ ایک حیرت انگیز معما اور ایک گہرا راز ہے جسے پوری صحت اور قطعیت سے حل کرلینا ممکن نہیں۔ بہر حال جہاں تک ہماری زندگی کے موجودہ تقاضوں کا تعلق ہے، آج اس بات کا فیصلہ کرلینا نہ صرف موزوں بلکہ ضروری ہے کہ ہمارا قومی نصب العین کیا ہے؟ یا اس کے حصول کا سیدھا راستہ کون سا ہے؟ اور ہماری وطنیت اور ملت اس کی کس حد تک معاون یا مخالف ہوسکتی ہے؟

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے، اسلامی ہند میں جذبۂ ملّت کا فروغ اور پھر اس فروغ کے نتیجے میں ایک قومی وطن کی آفرینش بظاہر ایک تاریخی معمے کی حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان کے قیام سے کم و بیش رُبع صدی پیشتر اُس مردِ عظیم کے افکار، جس نے ہمیں پاکستان کا تصور دیا، وطن اور وطنیت کے استخفاف کو مسلسل اپنا محور بنا رہے تھے، لیکن جب مفکرِ اسلام نے اپنے شاعرانہ الہامات کی موجودگی میں ایک وقفہ قلیل کے لیے مسلمانانِ ہند کی عملی سیاسیات کی طرف اپنی توجہ مبذول کی، تو انھیں شمال مغربی ہندوستان نے ایک اسلامی وطن کے قیام کی دعوت دی۔ یہاں میں اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا کہ یہ دعوت جمرود سے لے کر راس کماری تک تمام اسلامیانِ ہند کے لیے تھی یا صرف انھی اقطاع کے باشندوں کے لیے جو دریائے سندھ سے لے کر دریائے جمنا تک آباد تھے اور وہ خواب جسے ٹیپو سلطانؒ نے بھی دیکھا اور عبدالحمید ثانی ؒ نے بھی، جمال الدین افغانیؒ نے بھی دیکھا اور خود مفکرِ اسلام علامہ اقبالؒ نے بھی، کس کا خواب شرمندۂ تعبیر ہونے والا تھا؟ لیکن ایک بات بالکل صاف اور عیاں ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ملت اور مقاصدِ ملت

کے امکاناتِ فروغ کے سلسلے میں جب شاعرِ مشرق نے جذبات سے افکار کی طرف انحراف کیا، تو اسے مومن کی ترکِ تازی کے لیے اس جہان کی وسعتیں اور اس کے سفینے کے سفر کے لیے بحرِ امکاں کی ناپیدا کناریاں بے کار اور بے معنی نظر آئیں اور اس نے اپنے تاریخی خطبے میں مسلمانوں کو اس ملک کے شمال مغربی کونے میں ایک قومی وطن کی تاسیس و تشکیل کی دعوت دی۔ شاعر آسمان کی بلندیوں اور وسعتوں سے اُتر کر زمین کے ایک تنگ ٹکڑے کی حدود میں ملت اور اس کے مفاد کو محصور و محدود کرنے پر نہ صرف آمادہ ہوگیا، بلکہ اسی میں اُس کو اِس کی نجات بھی نظر آئی۔

زمین آخر زمین ہے اور ہمارے تخیل کی ہزار پروازیں ہماری آرزوؤں کی ہزار رفعتیں بھی اسے آسمان نہیں بنا سکتیں اور حقیقت کی دنیا میں ہمیں آسمان سے زیادہ ضرورت بھی زمین ہی کی ہے، تاکہ آسمان کی بادشاہت زمین پر قائم ہو اور اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر اس کے فرماں بردار بندے مُتصرف ہو کر اُسے اپنا وطن بنائیں اور اس وطن کی حفاظت میں، اگر ضرورت پڑے، تو اپنی جانیں، اپنا مال اور اپنی اولاد قربان کردیں۔

اقبالؒ نے جب ہمیں پاکستان کا تصور دیا تو یہ بلاشبہ اس کے آفاق گیر تصورِ ملّت سے کوئی نسبت نہیں رکھتا تھا، لیکن اس کی رُجعت ایک حقیقت پرستانہ رُجعت تھی۔ ملتِ اسلامیہ ہند کو اپنے تحفظ اور اپنے فروغ کے تقاضے پورے کرنے کے لیے کسی بحرِ بے پایاں یا کسی آسمانِ بے کراں کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ ایک ایسے خطۂ زمین کی حاجت تھی، جس میں سما کر یا سمٹ کر، پھیل کر یا بٹ کر اُسے ایک آزاد اسلامی زندگی بسر کرنی تھی۔

خداوند تعالیٰ کے فضل و احسان سے ہماری یہ ضرورت ایک حد تک پوری ہوئی۔ یہاں اس بحث میں الجھنا بے سود ہوگا کہ ہم میں سے کتنے اس نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ مند ہوئے، لیکن جس قدر بھی بہرہ مند ہوسکے، اُن کے لیے نجات و فلاح کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ وطن کی والہانہ محبت کے مرغزار میں ہو کر نکلتا اور اس فوزِ عظیم کی طرف بڑھتا ہے، جو مومن کی منزلِ مقصود ہے۔

جب اپنے ملی مفاد کی حفاظت اور اپنے ملّی مقاصد کے فروغ کے لیے ہم نے ایک وطن حاصل کرلیا ہے، خواہ وہ ہم سب کے لیے کافی ہے یا ناکافی، تو منطقی طور پر ہمارے لیے یہ لازم ہوجاتا ہے کہ ہم اس کے تحفظ اور اس کے فروغ کو تمام دیگر فرائض پر ترجیح دیں کیونکہ نہ صرف ہمارے اعمالِ حسنہ، نہ صرف ہمارے مقاصدِ ملّی، بلکہ خود ہماری ہستی، ہماری جانیں اور ہمارے جسم، ہمارے گھر بار اور ہمارے مواقع اور ہمارے امکانات اس کی سلامتی سے وابستہ ہیں۔ اگر ہمارا وطن قائم رہے گا، تو ہمیں خدمتِ دین اور تعمیرِ ملت کے موقعے بھی ملیں گے، ہم اعلائے کلمۃ اللہ بھی کرسکیں گے اور حقوقِ انسانیت بھی ادا کرپائیں گے، لیکن اگر خدانخواستہ وطن کو ضعف پہنچا یا ملک پر آفت آئی، تو نہ ہم بچے رہیں گے اور نہ ہماری مسلمانی اور خاکم بدہن، ملک کا زوال، ملت کا زوال بن جائے گا۔

جہاں تک اس برِ عظیم کا تعلق ہے، قیامِ پاکستان کے بعد ہمارا محاذ یکسر بدل چکا ہے۔ اب وطن اور ملت کے مفاد متضاد نہیں رہے بلکہ ہم آہنگ ہوگئے ہیں اور ایک کا فروغ، دوسرے کی ترقی کا ضامن ہوچکا ہے۔ اس کے ساتھ ہم پر ایک نئی ذمہ داری بھی عائد ہوگئی ہے اور وہ ہے ایک کروڑ غیر مسلم پاکستانیوں کی ذمہ داری۔ ظاہر ہے کہ قیامِ پاکستان میں اُن کی کسی قسم کی آرزوؤں نے حصہ نہیں لیا بلکہ وہ خود بخود اس کے حصے میں آگئے۔ اُنھیں مفید شہری بنانے کے لیے اور اُن کے اور اپنے درمیان ایک بنیادی ہم آہنگی اور ہم مقصدی کے لیے لازم ہے کہ ہمارے سامنے ایک مشترکہ نصب العین ہو، جس کے تقدس سے نہ انھیں مجالِ انکار ہو اور نہ ہمیں یارائے انحراف۔ ظاہر ہے کہ یہ نصب العین وطن پروری اور وطن دوستی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ یہی نصب العین ان کی وفاداری کا ضامن اور مملکت کی سلامتی کا سہارا ہوگا اور اسی وجہ سے ملک کی اکثریت اور اقلیت ہاتھوں میں ہاتھ دیے آگے بڑھیں گی اور ملک کی فلاح و بہبود میں برابر کا حصہ لیں گی۔

اب کہ ہم آزاد ہیں، ہماری وطن دوستی ہمارے ملی روابط پر غالب نہ آئے گی اور نہ انھیں نقصان پہنچائے گی۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہم شاعرِ اسلام کی اس آرزو کو بر لانے کے لیے ہمیشہ سربکف رہیں گے۔

ایک ہوں مسلم ، حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاکِ کاشغر

(تصوراتِ اقبالؒ)

مشق

۱۔ **درج ذیل کے مختصر جوابات دیں:**

(الف) پاکستان کے قیام سے پہلے اسلامیانِ ہند کے دل کس جذبے سے سرشار تھے؟

(ب) ہمارا قومی نصب العین کیا ہے؟

(ج) قومی نصب العین کے حصول کا سیدھا راستہ کون سا ہے؟

(د) ہمیں ''پاکستان'' کا تصور کس نے دیا؟

(ہ) اقبالؒ نے مسلمانانِ ہند کی عملی سیاسیات کی طرف اپنی توجہ کیوں مبذول کی؟

(و) اقبالؒ کا تصورِ پاکستان اس کے آفاق گیر تصورِ ملت سے کیوں نسبت نہیں رکھتا تھا؟

(ز) جب ہم نے آزاد وطن پاکستان حاصل کرلیا تو بقولِ مصنف اب منطقی طور پر ہمارے لیے کیا لازم ہے؟

(ح) ٹیپو سلطانؒ، سلطان عبدالحمید ثانیؒ، سید جمال الدین افغانیؒ اور علامہ اقبالؒ کس مشترک تصوّر کے مبلّغ تھے؟

۲۔ درج ذیل سوالات کے مفصل جواب تحریر کریں:

(الف) مضمون میں مصنف نے کن اہم نکات پر روشنی ڈالی ہے؟

(ب) پاکستان کا قیام برصغیر کے مسلمانوں کے لیے کیوں ضروری تھا؟

(ج) ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کے ضمن میں پاکستان کیا کردار ادا کرسکتا ہے؟

(د) بقولِ مصنف ہم کیوں کر اعلائے کلمۃ اللہ کرسکیں گے؟

(ہ) ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے — نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر
یہ شعر کس شاعر کا ہے؟ اس مضمون کے تناظر میں شعر کا مفہوم واضح کریں۔

۳۔ درج ذیل جملوں میں امدادی افعال کی نشاندہی کریں:

(الف) میں نے سلیم کو زمین پر پٹخ دیا۔

(ب) اُسے اپنی بات واضح کرنے دو۔

(ج) اندھا اچانک گڑھے میں گر پڑا۔

(د) جاگ اُٹھا ہے سارا وطن ساتھیو!

(ہ) جو میں نے سنا ہے وہ مجھ سے بیان نہیں ہوسکتا۔

۴۔ درج ذیل الفاظ پر اِعراب لگائیں۔

وطنیت، مفکر اسلام، متصرف، تصورملت، تحفظ، برعظیم۔